ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 7 No. 3 2023

سابقہ انبیاء ورُسل کی شان میں گستاخیوں اور اہانت کا طائرانہ جائزہ

A CONCISE VIEW OF INSULTS IN HONOR OF PREVIOUS PROPHETS AND MESSENGERS

☆محمد حسنین

ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

ABSTRACT

Islam and disbelief and the forces connected with them have always been in competition with each other, since the time when the Prophet was placed on the earth by Allah Almighty, from then until today and then this chain will continue until the Day of Judgment. More than one hundred and twenty four thousand Prophets and Messengers have also been busy with their entire struggle, they have been conveying the messages of the Almighty to the people, the main purpose of which is to explain the commands of the Almighty to the people and to know them. But the people of faith and the people of gratitude who accepted this invitation have always been in a small number, most of the people have adopted the path of rebellion and rebellion, mockery and abuse, as a result of which Satan and his powers have full force on the people of faith. There have been attacks. Although the sacred literature of Judaism and Christianity exists before us in a distorted state to examine the insults and insults in the glory of the previous prophets and messengers, there are examples in it, from which the mockery of the previous prophets, their mockery and To make them suffer is seen, from the sacred literature of Judaism and Christianity we also find these places as a result of the punishment of the Lord Almighty as a result of insulting the people. The negative image of Jews and Christians is not only drawn in the Qur'an and Hadith, but their sacred literature in the world is still reflecting the actions of Jews and Christians.

اسلام اور کفر اور ان سے جڑی ہوئی طاقتیں ہمیشہ ایک دوسرے کے مد مقابل رہی ہیں، جب سے حضرت انسان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا پر بسایا ہے، تب سے لے کر آج اور پھر یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، اس عہد میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاو رسل کا سلسلہ بھی اپنی پوری جدوجہد سے مصروف عمل رہا ہے، وہ باری تعالیٰ کے پیغامات کو انسانوں تک پہنچاتے رہے ہیں، جس کا بنیادی مقصد لوگوں کو رب تعالیٰ کے احکامات سمجھانا اور اس کی معرفت ہوتا ہے، لیکن اس دعوت کو قبول کرنے والے اہل ایمان و اہل شکر ہمیشہ تھوڑی تعداد میں رہے ہیں، زیادہ تر لوگوں نے بغاوت و سرکشی، استہزاء و مداہنت کی راہ اپنائی ہے، جس کے نتیجے میں شیطان اور اس کی طاقتیں پوری طاقت سے اہل ایمان پر حملہ آور ہوتی رہی ہیں۔

دینِ اسلام وہ دین ہے جس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا اور پھر ختم المرسلین حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی تک اس دین کے احکامات وقت اور حالات کے مطابق نازل ہوتے رہے ہیں، حضرت محمد ﷺ پر اس دین کی تکمیل کر دی گئی، اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر انسان کو نیکی و بدی میں فرق کرنے کی صلاحیت سے نوازا ہے، لیکن بغیر راہنمائی کے نیکی اختیار کرنا اور برائی سے دور رہنا مشکل ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں تنہا و لاوارث نہیں چھوڑا بلکہ اس کی راہنمائی و تربیت کے لیے اپنے انبیاء بھیجے ہیں، جو انسان کو ایک اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے، انسان کو اچھائی کی دعوت دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، اور انسان کو آخرت کے دن کے لیے خبردار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم پر اپنے پیغمبروں کو بھیجا تا کہ روزِ آخرت کوئی یہ عذر پیش نہ کر سکے کہ ان کو دین حق کی دعوت دینے کوئی نہیں آیا، جس کی وجہ سے وہ گمراہی کے اندھیرے میں بھٹکتے رہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا}[1]

"ایسے پیغمبر جو خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے، تا کہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کیلئے اللہ کے سامنے حجت بازی کا کوئی موقع نہ رہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے"۔

انبیاء کی بعثت ہوتی ہی اس زمانہ میں ہے جب حق و باطل میں امتیاز، وحیِ الٰہی کے بغیر ناممکن ہو جاتا ہے اور عملاً تمام نظامِ زندگی حق کی جگہ باطل کے قبضے میں آجاتا ہے۔ ایسے زمانہ میں حق صرف نبی کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔ اس سے باہر حق کے کچھ اجزا تو پائے جاسکتے ہیں لیکن پورے حق کا پایا جانا ناممکن ہے۔

---

[1] النساء، ۴: ۱۶۵

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

مولانا امین احسن اصلاحی اپنی کتاب "عوتِ دین اور اس کا طریقہ کار" میں لکھتے ہیں:

"انبیاء کرام ابتداء میں ہی لوگوں کو کافر، مشرک کہہ کر مخاطب نہ کرتے تھے بلکہ وہ لوگوں کو اے انسانو، اے لوگو، اے میری قوم، اے اہل کتاب، اے لوگو جو یہودی ہوئے، اے لوگو جو نصرانی ہوئے، اے وہ لوگو جو ایمان لائے، وغیرہ خطابات سے مخاطب کرتے اور ان کا یہی طرزِ خطاب اس وقت تک باقی رہتا جب تک قوم ان کو اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور حق دشمنی سے مایوس نہ کر دیتی کہ ان کیلئے قوم سے علیحدگی اور ہجرت کا وقت آجائے، جب قوم اپنی حق دشمنی میں اس حد تک آگے بڑھ جاتی کہ اہلِ حق کا وجود اپنے اندر کسی طرح گوارا کرنے کے لیے تیار نہ ہوتی اور تائید حق کی بڑی سے بڑی دلیل بھی اس کی ضد کے آگے بے کار ہو کر رہ جاتی، اس وقت انبیاء کرام اپنی قوم کو چھوڑتے اور یہی وقت ہوتا ہے کہ وہ صاف صاف الفاظ میں ان لوگوں کے لیے کافر و مشرک وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے جو اپنے کفر و شرک پر اڑے رہتے"۔[1]

استہزاء اور دشمنی کا یہ سلسلہ اہلِ کفر کی جانب سے انبیاء ورسل اور پھر اہلِ ایمان کے ساتھ برابر رہا ہے، لیکن اذیتیں سہہ کر ان پر صبر کرنے میں انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہمیشہ آگے رہی ہے، جس کا بنیادی مقصد اہلِ ایمان کو ایسی راہ دکھانا ہوتا ہے کہ وہ مصائب و مشکلات پر کیسے قابو پا کر حق کی راہ میں کھڑے رہ سکتے ہیں۔ انبیاء ورسل کی جماعت اور ان کے پیروکاروں اہلِ ایمان کے ساتھ استہزاء، مذاق، گستاخی، توہین اور مخالفت کے اس عنوان کو قرآن مجید میں جابجا مقامات پر بیان کیا گیا ہے:

(اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ)[2]

"ہم تو مذاق کرتے ہیں"۔

جہلا اور اہلِ کفر کی یہ جماعت نہ صرف خود حق سے دور رہتی ہے، جس کے نتیجے میں نہ صرف ان کے دل و دماغ حق قبول کرنے میں کوتاہ رہتے ہیں، بلکہ ایسی مذموم علتیں انہیں اہلِ ایمان میں بھی نظر آنے لگتی ہیں، انہیں سیدھی بات بھی الٹی لگتی ہے، فائدے کی بات میں بھی نقصان نظر آتا ہے، ہر شخص اپنے موافق دوسرے کو بھی سمجھتا ہے، جو جیسا ہوتا ہے دوسرے کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہے، مشہور محاورہ ہے: "چور کو چور ہی سوجھتا ہے"، ایسی ہی ایک مثال سورۃ البقرہ میں موجود ہے، جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کے لیے کہا، تو انہوں نے جواباً کہا:

(قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا)[3]

"وہ کہنے لگے کہ کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو؟"۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

(قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ)[4]

"میں اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں"۔

---

[1] اصلاحی، امین احسن، "دعوتِ دین اور اس کا طریقہ کار"، کیو وائی پرنٹر۔ لاہور، ص:۶۱

[2] البقرۃ، ۲: ۱۴

[3] البقرۃ، ۲: ۶۷

[4] البقرۃ، ۲: ۶۷

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

موسیٰ علیہ السلام کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ حق سے منہ موڑنے والے، استہزاء کرنے والے اور اہلِ ایمان کا مذاق اڑانے والے جاہلِ مطلق ہیں۔

(زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا)۔[1]

"کافروں کیلئے دنیا کی زندگی کو مزیّن کر دیا گیا ہے اور وہ اہلِ ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں"۔

اہلِ ایمان اور اہلِ مسلم لوگوں کو آپسی اتحاد، اتفاق اور محبت سے رہنے کی تلقین کی گئی، ایسی مذموم حرکات اور قابلِ اذیت رویے جو دلداری کی بجائے دل آزاری کا باعث بنتے ہیں، ان سے دور رہنے کی تلقین کی گئی اور مومنین کو بطورِ خاص تاکید کی گئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ)۔[2]

"اے اہلِ ایمان! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اُن سے بہتر ہوں، اور عورتیں عورتوں کا مذاق نہ اُڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ اُن عورتوں سے زیادہ بہتر ہوں"۔

استہزاء کے نتیجے میں جب اہلِ کفار جہنم کی آگ میں جلیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں کیے ہوئے گناہ اور مومن بندوں اور اللہ کے دوستوں کے ساتھ کیے ہوئے مذاق کو یاد دلاتے ہوئے سرزنش فرمائے گا کہ تم دنیا میں میرے مومن بندوں کے اعمال اور ان کی عبادات کا مذاق اڑایا کرتے تھے، ارشادِ الٰہی ہے:

(فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ)۔[3]

"تو تم نے اُن کا مذاق اڑایا، یہاں تک کہ اُنھوں نے تمہیں میرا ذکر بھی بھلا دیا، اور تم اُن پر ہنستے تھے"۔

استہزاء کا یہ دائرہ کار محض انبیاء علیہم السلام اور اہلِ ایمان تک محدود نہیں رہا، بلکہ اللہ کی آیتوں اور اس کے احکامات کو بھی اہلِ کفر نشانہ بناتے ہیں اور بناتے رہے ہیں، جس کی عکاسی قرآن کریم نے یوں کی ہے:

(وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا)۔[4]

"اور اللہ کی آیتوں کو مذاق مت بناؤ"۔

(اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰي مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ)۔[5]

---

[1] البقرۃ، ۲: ۲۱۲

[2] الحجرات، ۴۹: ۱۱

[3] المومنون، ۲۳: ۱۱۰

[4] البقرۃ، ۲: ۲۳۱

[5] الزمر، ۳۹: ۵۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

"کہیں کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ ہائے افسوس! میں نے اللہ کے معاملے میں کوتاہی کی اور میں مذاق ہی اڑاتا رہا"۔

(وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ)۔[1]

"اور جب اُسے ہماری آیتوں کے حوالے سے کسی چیز کا علم ہوتا ہے تو وہ اُسے مذاق بنالیتا ہے، ایسے ہی لوگوں کیلئے رسوا کن عذاب ہے"۔

(ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا)۔[2]

"یہ (عذاب) اِس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنالیا اور تمہیں دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا"۔

(اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ)۔[3]

"کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور اُن پر وہ چیز الٹی آپڑی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے"۔

(مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ)۔[4]

"اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے جو بھی نیا ذکر آتا ہے، وہ اسے کھیل تماشا کرتے ہوئے سنتے ہیں"۔

قرآن کریم ایسے گروہ سے اہل حق کو دور رہنے کی تاکید کرتا ہے، خطِ امتیاز کھینچتا ہے، ان کی مذموم خصلتوں کو اجاگر کرتا ہے، قرآن کریم میں ارشادِ الٰہی ہے:

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَاۗءَ)۔[5]

"اے اہل ایمان! تم سے پہلے جن اہلِ کتاب اور کفار نے تمہارے دین کو ہنسی مذاق بنا رکھا ہے، تم انہیں اپنا دوست نہ بناؤ"۔

سورۃ المائدہ میں فرمایا:

(وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا)۔[6]

"اور جب تم نماز کیلئے پکارتے ہو تو وہ اسے بھی ہنسی، مذاق بنالیتے ہیں"۔

---

[1] الجاثیۃ،۴۵: ۹

[2] الجاثیۃ،۴۵: ۳۵

[3] الاحقاف،۴۶: ۲۶

[4] الانبیاء،۲۱: ۲

[5] المائدۃ،۵: ۶۷

[6] المائدۃ،۵: ۶۸

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اہلِ ایمان کا مذاق، شعائر اللہ کا مذاق، اللہ کی آیتوں کے مذاق کے بعد شیطانی گروہ نے انبیاء ورسل علیہم السلام کی جماعت کا بھی مذاق اڑایا ہے، جس کی نشاندہی قرآن کریم میں کی گئی ہے:

(وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ)۔[1]

"اور یقیناً آپ سے پہلے پیغمبروں کا مذاق بھی اُڑایا گیا، پھر مذاق اڑانے والوں کا احاطہ اس چیز نے کر لیا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے"۔

سورۃ الحجر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ)۔[2]

"اور اُن کے پاس جو بھی پیغمبر آیا، وہ اُس کا مذاق ہی اڑاتے رہے"۔

استہزاء کی روش کو باعث افسوس قرار دیتے ہوئے رب تعالیٰ نے فرمایا:

(يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ)۔[3]

"ہائے افسوس بندوں پر، اُن کے پاس جو پیغمبر بھی آیا، اُنہوں نے اُس کا مذاق ہی اڑایا"۔

(فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ)۔[4]

"پھر جب اُن کے پاس اُن کے پیغمبر واضح دلائل لیکر آئے تو وہ اُس علم پر اترانے لگے جو اُن کے پاس تھا، اور وہ چیز اُن پر الٹی آپڑی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے"۔

(وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ)۔[5]

"اور لوگوں کے پاس جب بھی کوئی پیغمبر آیا، وہ اُس کا مذاق ہی اڑاتے رہے"۔

مختلف انبیاء کی نہ صرف تکذیب کی گئی، استہزاء کیا گیا بلکہ انہیں جادوگر اور دیوانے جیسے برے القابات سے پکارا گیا، جس کی بطور خاص اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] الانعام، ۶: ۱۰

[2] الحجر، ۱۵: ۱۱

[3] یٰسٓ، ۳۶: ۳۰

[4] غافر، ۴۰: ۸۳

[5] الزخرف، ۴۳: ۷

(كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ)۔[1]

"اِسی طرح اُن سے پہلے لوگوں کے پاس جو بھی پیغمبر آیا، اُنھوں نے یہی کہا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ"۔

انبیاء علیہم السلام کی توہین واستہزاء کی کئی ایک صورتوں کو قرآن کریم کے دیگر مقامات پر بیان کیا گیا ہے، نوح علیہ السلام کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے ان کی قوم کے سرداروں نے کہا:

(وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۚ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوْا مِنْهُ)۔[2]

"اور وہ (نوح علیہ السلام) کشتی بناتے رہے، جب بھی اُن کی قوم کے سردار اُن کے پاس سے گزرتے تو اُن کا مذاق اڑاتے"۔

حضرت نوح علیہ السلام وہ سب سے پہلے رسول تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کے مشرکوں اور بت پرستوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا، لیکن ان کی قوم کے سردار جو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے، انہوں نے بغیر سوچے سمجھے اپنے نفوس کی پیروی کی، غور وفکر سے کام نہیں لیا، چنانچہ انہوں نے نہ صرف نوح علیہ السلام کی دعوت کا انکار کیا بلکہ یہ بھی کہا کہ ہمیں تمہاری کوئی فوقیت نظر نہیں آتی، بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں، استہزاء کی بڑی صورتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ نبی کو معاذ اللہ جھوٹا کہا جائے، قرآن کریم نے ان کے نوح علیہ السلام کے ساتھ ہونے والے مکالمے کو یوں بیان کیا ہے:

(وَمَا نَرٰي لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ)۔[3]

"اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت بھی نہیں دیکھتے، بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں"۔

سورہ طور میں قوم نوح کے تکبر اور نبی کی تکذیب کو یوں بیان کیا گیا:

(كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ)۔[4]

"چنانچہ انہوں نے ہمارے بندے (نوح) کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ تو دیوانہ ہے اور اُسے دھمکیاں دی گئیں"۔

موسیٰ وہارون علیہما السلام کی بھی تکذیب کی گئی، جس کا ذکر قرآن حکیم میں کیا گیا:

(قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى)۔[5]

"وہ کہنے لگے کہ یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں، اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتے ہیں، اور یہ کہ تمہارے بہترین طریقے کو ختم کردیں"۔

---

[1] الذاریات،۵۱: ۵۲

[2] ھود،۱۱: ۳۸

[3] ھود،۱۱: ۲۷

[4] الطور، ۵۴: ۹

[5] طٰہٰ،۲۰: ۶۳

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

(اِلٰی فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ)۔[1]

"فرعون، ہامان اور قارون کی طرف، تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو جھوٹا جادو گر ہے"۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام جب فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے توحید کی دعوت لے کر گئے، تو فرعون اور آلِ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کا استہزاء اور مذاق کیا، اور دلائل و معجزات کا یکسر انکار کر دیا، ارشادِ الٰہی ہے۔

(فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ۔ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔وَقَالُوْا يٰاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ)۔[2]

"پھر جب وہ اُن کے پاس ہماری نشانیاں لیکر آئے تو وہ لوگ اُن پر ہنسنے لگے۔ اور ہم اُنہیں جو نشانی بھی دکھاتے، وہ پہلی نشانی سے بڑی ہوتی تھی، اور ہم نے اُنہیں عذاب میں پکڑ لیا تاکہ وہ رجوع کریں۔ اور کہنے لگے کہ اے جادو گر! تو اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کر دے کیونکہ اُس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے، بیشک ہم راستہ قبول کر لیں گے"۔

فرعون نے اپنی قوت اور لشکر کے بل بوتے پر منہ موڑ لیا، جس کا ذکر قرآنِ کریم نے درج ذیل انداز میں کیا:

(فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ)۔[3]

"تو اُس نے اپنے ارکانِ سلطنت کے ہمراہ منہ موڑ لیا اور کہنے لگا کہ یہ جادو گر ہے یا دیوانہ"۔

(قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ۔وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ)۔[4]

"وہ کہنے لگے کہ تم پر تو جادو کر دیا گیا ہے۔ اور تم بھی تو ہمارے جیسے ایک انسان ہو اور ہم تو تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں"۔

(لَعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰي وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ)۔[5]

"تاکہ میں موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں تو سہی، اور میں تو اُسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں"۔ قومِ فرعون نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا مذاق بنایا اور فرعون اپنی مغروری میں اپنے لوگوں کو اپنے خدا ہونے کا دعوی دہراتا رہا:

---

[1] المؤمن، ۴۰: ۲۴

[2] الزخرف، ۴۳: ۴۷۔۴۹

[3] الذاریات، ۵۱: ۳۹

[4] النمل، ۲۷: ۱۸۵۔۱۸۶

[5] القصص، ۲۸: ۳۸

(وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِہٖ قَالَ یَاقَوْمِ اَلَیْسَ لِی مُلْکُ مِصْرَ وَہٰذِہٖ الْاَنْہٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِی اَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ۔ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ہٰذَا الَّذِیْ ہُوَ مَہِیْنٌ وَّلاَ یَکَادُیُبِیْنُ ۔فَلَوْلاَ اُلْقِیَ عَلَیْہِ اَسْوِرَۃٌ مِّنْ ذَہَبٍ اَوْ جَاۗئَ مَعَہُ الْمَلٰۗئِکَۃُ مُقْتَرِنِیْنَ) ۔[1]

"اور فرعون اپنی قوم میں پکار کر کہنے لگا کہ اے میری قوم! کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے؟ اور یہ نہریں میرے نیچے بہہ رہی ہیں، تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ یا میں ہی اس شخص سے بہتر ہوں جو معمولی حیثیت کا ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا؟ تو اِس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ یا اِس کے ساتھ فرشتے ہی صف بستہ ہو کر آجاتے"۔

انبیاء کی تکذیب، ان کا استہزاء اور حق سے منہ موڑنا اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ مواخذہ اور جہنم جیسی وعید کے مستحق اعمال ہیں، قرآن کریم میں جابجا مقامات پر ایسے فاسق و گناہ گار لوگوں کے لیے اخروی عذاب کے مختلف مدارج کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں کئی ایک عذاب کی نوعیتیں احکاماتِ الٰہی کو مذاق کی نظر کرنا اور انبیاء و رسل علیہم السلام کا مذاق اڑانے کے نتیجے میں رونما ہوتی ہیں۔ چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:

(فَاَصَابَہُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِہِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَہْزِءُوْنَ)۔[2]

"پھر اُن پر اُن کے اعمال کی برائیاں آپڑیں، اور اُن پر الٹا آپڑا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے"۔

(ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآی اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللہِ وَکَانُوْا بِہَا یَسْتَہْزِءُوْنَ)۔[3]

"پھر برائی کرنے والوں کا انجام بھی برا ہوا، کیونکہ اُنہوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی اور وہ اُن کا مذاق اڑاتے تھے"۔

(اَتَّخَذْنٰہُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْہُمُ الْاَبْصَارُ)۔[4]

"کیا ہم نے اُن کا مذاق اڑایا تھا یا اُن سے ہماری نگاہیں چُوک گئی ہیں؟"۔

(وَبَدَا لَہُمْ سَیِّاٰتُ مَا کَسَبُوْا وَحَاقَ بِہِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَہْزِءُوْنَ)۔[5]

"اور اُن کے سامنے وہ برائیاں بھی ظاہر ہو جائیں گی جو اُنہوں نے کی ہوں گی، اور وہ چیز اُن پر الٹی آپڑے گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے"۔

(وَبَدَا لَہُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِہِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَہْزِءُوْنَ)۔[1]

---

[1] الزخرف، ۴۳: ۵۱۔۵۳

[2] النحل، ۱۶: ۳۴

[3] الروم، ۳۰: ۱۰

[4] صٓ، ۳۸: ۶۳

[5] الزمر، ۳۹: ۴۸

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

"اور اُن کے سامنے اُن کے اعمال کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور اُن پر وہ چیز الٹی آپڑے گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے"۔[1]

یہودیت کے انبیاء پر الزامات، تضحیک اور استہزاء کی چند مثالیں:

سابقہ انبیاء ورسل کی شان میں گستاخیوں اور اہانت کا جائزہ لینے کے لیے ہمارے سامنے یہودیت اور عیسائیت کا مقدس ادب اگرچہ تحریف شدہ حالت میں موجود ہے، مگر اس میں ایسے نظائر موجود ہیں، جن سے سابقہ انبیاء کی تضحیک، ان کا استہزاء اور ان کو مصائب سے دوچار کرنا نظر آتا ہے، یہودیت اور عیسائیت کے مقدس ادب سے ہمیں ان مقامات کا بھی پتہ چلتا ہے جو انبیاء کی توہین کے نتیجہ میں رب تعالیٰ کی سزا کے نتیجے میں نظر آتا ہے۔ اہل یہود اور نصاریٰ کا مذموم نقشہ محض قرآن و حدیث میں ہی نہیں کھینچا گیا، بلکہ دنیا میں موجود ان کا مقدس ادب آج بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے کرتوتوں کی عکاسی کر رہا ہے۔

یہودیت کی تاریخ، فطرت اور عزائم سے متعلق یوسف ظفر لکھتے ہیں:

"بنی اسرائیل نے حضرت یوشعؑ کی قیادت میں جنوبی فلسطین کے علاقوں کو توزیر کر لیا لیکن وادیٔ اردن اور اس کے پہاڑی علاقوں پر ان کا تسلط قائم نہ ہو سکا، ان میں وہ زمینیں جن پر کاشت ہو سکتی تھی ان کے قبیلے اپنے اپنے سرداروں اور سربراہوں کے تحت آباد ہو گئے، بنیافراہیمؑ (حضرت یوسفؑ کی اولاد) کو دوسرے قبائل پر فوقیت حاصل تھی اور اس کے کاہن مذہبی امور پر فیصلہ کن حیثیت رکھتے تھے، شلّوہ کے قیام پر پتھروں کی چار دیواری قائم کر دی گئی جس پر ایک خیمہ نصب کر دیا گیا، اس عہد نامہ کا صندوق اور قبّہ عبادت رکھا گیا، اسی کو "خانۂ یہواہ" قرار دیا گیا، تمام قبیلے سال میں تین مرتبہ یہاں جمع ہوتے، دعائیں اور مناجات کرتے، یہواہ کی خوشنودی کے لیے نیم عریاں ناچ ناچتے اور مقدس ضیافت منعقد کرتے، لادی (جو برادران یوسفؑ میں سب سے بڑے تھے) کی اولاد کے پاس کوئی سیاسی اختیارات نہ تھے لیکن انہوں نے اپنی بستیاں آباد کیں، ان کے راہب خانہ بدوش کاہنوں کی حیثیت سے مختلف علاقوں میں گشت کرتے، مذہبی رسومات ادا کرتے اور اپنے پیروکاروں سے نذرانے حاصل کرتے، اگرچہ بنی اسرائیل کی قومی جمعیت کا انحصار "بنی افراہیمؑ" کی سرداری شلوہ کے تقدس، اور ان راہبوں کی راہنمائی پر تھا تاہم ان میں اتحاد پیدا نہ ہو سکا۔ بارہ قبیلوں میں بٹے ہونے کی وجہ سے انہوں نے بارہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لیں، جنہیں مقامی باشندوں نے یکے بعد دیگرے زیر کیا، ان کا کوئی جری جوان کبھی کبھار انہیں جنگ آزادی پر اکساتا، ان کے باہمی انتشار، آویزش کو فرو کر کے مقام اقتدار حاصل لیتا، لیکن ان کی تنگ نظری، فطری کینہ پروری اور سازشی ذہنیت اسے بھی برداشت نہ کرتی اور غیر اقوام انہیں زیر کر لیتیں اور انہیں اپنے حضرت موسیٰ کے لائے ہوئے دس احکام کی بھی کسی کو پروانہ تھی، ہوتے ہوتے دوسرے قوموں کے دیوی دیوتا بھی یہواہ کے شریک بن گئے اور افزائش نسل، اچھی فصل اور لڑائی جھگڑے میں فتح کے ضامن ٹھہرائے جانے لگے"۔[2]

ایک عرصے کے بعد فلسطین بھی ان کی دستبرد میں آگیا، وہاں حتی، اموری، کنعانی، فرزی، حوی، یبوسی، فلستی وغیرہ کئی اقوام آباد تھیں، یہ تمام قومیں بت پرست اور مشرک تھیں، ان کے سب سے بڑے دیوتا کا نام "ایل" تھا، جسے یہ لوگ دیوتاؤں کا باپ کہتے اور اسے عام طور پر "سانڈ" سے تشبیہ دیتے، اس کی بیوی کا نام "عشیرہ" رکھا گیا تھا، اس جوڑے سے خداؤں اور خدانیوں کی ایک پوری نسل چلی آتی تھی جس کی تعداد ستر سے زیادہ تھی، ان میں زبردست ترن کا نام "بعل" تھا جو روئیدگی اور بارش کا دیوتا اور زمین و آسمان کا مالک سمجھا جاتا تھا، اس کی بیوی کو شالی علاقوں میں "اناث" اور فلسطین میں "عستارات" نام دیا گیا تھا، افزائشِ نسل اور روئیدگی کے لیے اس سے رجوع کیا جاتا تھا کہ اس کی محبوبی "بعل" کے اختیارات پر بھی حاوی تھی۔ ان کے علاوہ کوئی دیوتا موت کا مالک تھا تو کوئی دیوی صحت کی اور کسی دیوتا کے قبضے وبائوں اور قحط کی ہلاکت سامانیاں تھیں، یوں ساری خدائی ان اصنام کے تصرف میں تھی، جن کے سامنے بنی اسرائیل بے بس و مجبور ہو کر

---

[1] الجاثیۃ، ۴۵: ۳۳

[2] یوسف ظفر، "یہودیت، تاریخ، فطرت اور عزائم"، احمد پبلی کیشنز۔ لاہور، ص:۲۹

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

جھک گئے تھے، ظاہر ہے کہ خود ساختہ دیوی دیوتاؤں کی بندگی انہیں اخلاقی طور پر کس سطح پر لے آئی ہو گی اور وہ اپنے پہلوٹی کے بچے کو "بعل" کی خوشنودی کے لیے زندہ جلا دیتے "ستارات" کی جنس کو برانگیختہ کرنے کے لیے وہ کسی داسی کا انتخاب کرتے جس کا جسم بے داغ ہوتا۔[1]

تورات میں حضرت موسیٰؑ کے توسل سے بنی اسرائیل کو ہدایت کی گئی تھی کہ فلسطین کو فتح کرنے کے بعد مفتوحہ قوموں کو زندہ نہ چھوڑنا، ان کی زمینیں حاصل کر کے یہوائی عبادت کرنا، ورنہ ان قوموں کی اخلاقی پستی اور اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن بنی اسرائیلان ہدایات پر بھی کاربند نہ ہوئے۔ چنانچہ یہواہ نے بھی اپنا عہد ترک کیا کہ اس کا وعدہ تو مشروط تھا اس کے لیے تو بنی اسرائیل کی توحید پرستی، پاک بازی اور اقوام عالم کے لیے مثالی کردار ادا کرنا تھا، لیکن جب انہوں نے اس شرک کو بدعت اور کفر کو دوبارہ اختیار کیا جس سے موسیٰ علیہ السلام نے انہیں نجات دلائی تھی اور جس کی بدولت انہیں صحرائے سینا میں چالیس برس کی گمراہی و آوارگی کی سزا ملی تھی تو ان میں جسمانی عوارض اور اخلاقی لعنتیں دَر آئیں اور وہ پستی میں دوسری قوموں کے لیے عبرت کا مرقع بن گئے، تورات کی کتاب "قضاۃ" کی روایت ہے:

"اور بنی اسرائیل نے خدا کے آگے بدی کی، اور بعلیم کی پرستش کرنے لگے اور انہوں نے خداوند، اپنے باپ داد کے خدا کو، جو انہیں مصر سے نکال لایا تھا، چھوڑ دیا اور دوسرے معبدوں کی، جو ان کے گرداگرد کی قوموں کے دیوتاؤں میں سے تھے پیروی کرنے لگے اور سجدہ کرنے لگے اور خداوند کو غصہ دلایا، وہ خداوند کو چھوڑ کر بعل وعستارات کی پرستش کرنے لگے اور خداوند کا قہر اسرائیل پر بھڑکا"۔[2]

حضرت داؤدعلیہ السلام کے متعلق باطل نظریات:

بنی اسرائیل کی کتابوں کے مطابق حضرت داؤدعلیہ السلام نے ساؤل کی زندگی ہی میں اپنی بادشاہت کے لیے خفیہ کارروائیاں شروع کر رکھی تھیں، گویا انہیں نبی تسلیم کرتے ہوئے بھی یہ قوم انہیں سازشی قرار دیتے ہوئے نہیں شرماتی، اگر ساؤل کا دورِ حکومت نااہلی کا شکار رہتا، وہ خود بے دینی، عوام دشمنی، ناحق شناسی کا مرتکب ہوتا تو کوئی بات بھی نہ تھی، اس قسم کا کوئی الزام ساؤل پر عائد نہیں کیا گیا، یعنی تصورِ رسالت کا معیار یہودیوں کے نزدیک اس قدر گھٹیا تھا کہ انبیاء علیہم السلام پر غلیظ ترین الزامات لگاتے ہوئے بھی کوئی شرم یا عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ حضرت داؤدعلیہ السلام کو باغی سپاہی بنا کر ملک کے جرائم پیشہ اور جلاوطن اوباشوں کی فوج مرتب کرتے ہوئے پیش کیا گیا، ان کے متعلق یہودیوں کا یہ تصور ہے کہ داؤدعلیہ السلام ادوامؔ کے غار کو اپنا بھٹ بنا کر ارد گرد کے علاقوں پر چھاپے مارتے ہیں، کھاتے پیتے کسانوں کا غلہ لوٹتے ہیں، چرواہوں کی بھیڑیں اٹھالاتے ہیں اور جو کوئی اپنے حق کے لیے مدافعت کرتا ہے، اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں وغیرہ۔ یہ تصویر کھینچ کر بنی اسرائیل آپ کی تقدیس کا بھرم یہ کہہ کر رکھتے ہیں کہ لوٹ مار کی مہمات پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے "بت" سے مشورہ کر لیتے، جو یہواہ کے احکامات اور خواہشات سے آپ کو مطلع کر دیتا۔ مزید یہودی ان کے متعلق کہتے ہیں کہ انہیں تخت شاہی کے دعویدار کی حیثیت سے کوئی جواز حاصل نہ تھا، لیکن وہ قتل وغارت گری اور ناجائز حربوں سے کامیاب ہو جاتے ہیں اور حضرت موسیٰؑ سے چار سو برس کے بعد یروشلم کو فتح کر لیتے ہیں، یہی نہیں وہ فلستیوں کے ساحلی علاقوں اور کنعان کے میدانوں پر بھی فتح یاب ہو کر دمشق اور اس کے گردونواح کے صحرائی قبائل پر اپنی شاہی کا ڈنکہ بجواتے ہیں اور یوں فرات سے بحیرۂ احمر تک کا سارا علاقہ ان کے زیرِ نگیں آجاتا ہے۔[3]

یہ حضرت داؤدعلیہ السلام کی وہ تصویر ہے جو یہود کی کتبِ مقدسہ میں کھینچی گئی ہے، ان کے نزدیک ایک زانی، اوباش، غنڈہ، باغی، چور، لٹیرا اور غاصب ہونا کوئی جرم نہیں، یہود انہیں اولوالعزم پیغمبر اور صاحبِ زبور بھی تسلیم کرتے ہیں اور انہی کی نسل سے مسیح موعود کے منتظر بھی ہیں، حالانکہ شرافت اور انسانی اقدار تو رہیں ایک طرف، خود شریعتِ موسوی کے اعتبار سے یہ گناہ، گناہِ کبیرہ ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ان کے ہاں موجود سفر سموئیل ثانی کے گیارہویں حصہ میں آیا ہے:

---

[1] قضاۃ،۱۱:۲۔۱۳

[2] قضاۃ،۱۴:۲

[3] یوسف ظفر، "یہودیت، تاریخ، فطرت اور عزائم"، ص:۴۹

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

شام کے وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ داؤدعلیہ السلام اپنی چارپائی سے اٹھے اور بادشاہ کے گھر کی چھت پر ٹہلنے لگے، آپ نے چھت کے اوپر سے ایک عورت کو نہاتے ہوئے دیکھا، وہ بہت خوبصورت تھی، تب داؤدعلیہ السلام نے پیغام بھیجاتو کسی ایک نے جواب دیا کیا یہ العام کی بیٹی بت سبع نہیں ہے جو "حتی اورِیّاہ" کی بیوی ہے، داؤدعلیہ السلام نے ایلچی بھیجے اور اسے بلالیا، پھر وہ آپ کے پاس آئی اور آپ اس کے ہمراہ لیٹ گئے اور وہ اپنے حیض سے پاک تھی پھر وہ اپنے گھر لوٹ گئی، اور وہ عورت حاملہ ہوگئی، پھر اس نے پیغام بھیجا اور کہا: میں حاملہ ہوں۔[1]

سفر سموئیل ثانی اس عورت کے خاوند اوریّا سے داؤدعلیہ السلام کے جان چھڑانے کی کوشش کرنے اور اسے قتل کی خاطر جنگ میں بھیجنے کے قصہ کو بیان کرنے کے بعد کہتا ہے:

"جب اوریّا کی بیوی نے سنا کہ اس کا خاوند مرگیا ہے تو اس نے خاوند پر نوحہ خوانی کی اور جب نوحہ کا وقت گذر گیا تو حضرت داؤدؑ نے پیغام بھیجا اور اسے اپنے گھر میں شامل کرلیا، وہ آپ کی بیوی بن گئی اور اس نے آپ کے لیے ایک بیٹا جنا، رہا وہ کام جو داؤدؑ نے کیا تھا تو وہ رب تعالیٰ کی نگاہوں میں برا ٹھہرا"۔[2]

پھر یہی سفر رب تعالیٰ کے داؤدعلیہ السلام کو ڈانٹنے اور اس لڑکے کو فوت کرلینے جسے بت سبع نے جنم دیا تھا، پھر دوٗدعلیہ السلام کی توبہ اور آپ کے روزوں پھر آپ کے اس اوریا کی بیوی کے ساتھ جالیٹنے، پھر اس کے حاملہ ہونے اور ایک بچہ جس کا نام سلیمان تھا، کے پیدا ہونے کو لگاتار بیان کرتا ہے۔[3]

حیرت ہے کہ یہود کی غیرت اس جلیل القدر صاحبِ کتاب پیغمبر کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے جوش میں نہیں آتی، حضرت علی المرتضیٰ نے ان قصوں کو بیان کرنے پر سزا مقرر فرمائی اور حکم دیا کہ جو شخص تم سے حضرت داؤدعلیہ السلام کا قصہ اس طور پر بیان کرے گا، جس طرح قصہ گو بیان کرتے ہیں تو اس کو ایک سو ساٹھ درّے ماروں گا، یہ سزا ہے انبیاء پر بہتان لگانے کی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق یہودیوں کے باطل تصورات:

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی تھے، ان کا دور تاریخ بنی اسرائیل کا زریں دور تھا، لیکن یہود نے ان کو بھی نہیں بخشا اور ان کے خلاف بے سروپا الزامات لگائے گئے، یوسف ظفر لکھتے ہیں:

"حضرت سلیمان السلام بھی جن کی دانش کا ڈنکہ چار دانگ عالم میں بجا اور جن کی عقل مندی ضرب المثل ہے، بنی اسرائیل کے ہاتھوں نہیں بچے، ان کے بارے میں یہود کی روایت ہے کہ تخت سنبھالتے ہی انہوں نے اپنے مخالفین کو قتل کر دیا، تاہم ان کے اس فعل پر یہواہ ناراض ہونے کے بجائے اتنا خوش ہوا کہ اس نے انہیں تمام بنی نوع انسان سے زیادہ دانائی عطا کرنے کا وعدہ کیا۔ جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی عقل و دانش اور شاہانہ عظمت کو تورات میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، وہاں ان کی ذات کو برائیوں میں ملوث کرنے میں کسی دریغ سے کام نہیں لیا، 'عیاش' اور 'نفس پرست' بادشاہ کی حیثیت سے آپ کا مقابلہ دنیا کے کسی "بدترین حکمران" سے بھی نہیں کیا جاسکتا۔ تالمود میں آپ کی بیویوں کی تعداد سات سو بیان کی گئی ہے اور اسی پر بس نہیں، سات سو بیویوں پر تین سو لونڈیاں بھی مستزاد ہیں، اس کے علاوہ یہود آپ پر یہ بھی الزام لگاتے ہیں کہ ریاست کا سارا خزانہ حکومت کے استحکام اور یروشلم کے حسن پر نچھاور کر دیا، آپ نے شہر پناہ کو بھاری بھرکم پتھروں سے تعمیر کرایا، قلعے بنوائے، ریاست کے اہم مقامات پر فوجی چوکیاں قائم کیں، شاہی خزانے کو پُر کرنے کے لیے آپ نے مختلف دھاتوں کی کانیں دریافت کیں اور اپنی حسن پرستی کو تسکین دینے کے لیے مور اور ہاتھی دانت برآمد کرائے، چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت جنات، پرندوں حتیٰ کہ ہوا پر بھی تھی لیکن بنی اسرائیل اس کے باوجود ان کے معتقد نہ ہوئے ان کو تورات میں ایسی تمام کمزوریوں اور بداعمالیوں کا حامل ٹھہرایا گیا جو دنیا کے کسی بھی نفس پرست اور خودغرض آمر سے منسوب ہوسکتی ہیں، اسی ہیکلِ سلیمانؑ میں انہیں دوسرے بتوں کے پجاری کی

---

[1] عہد نامہ قدیم، سموئیل: ۲، ۲:۱۱۔۵

[2] عہد نامہ قدیم، ۱۱: ۲۶۔۲۷

[3] شیبۃ الحمد، عبد القادر، "اقوامِ عالم کے ادیان و مذاہب"، ترجمہ: ابو عبد اللہ محمد شعیب، مسلم پبلی کیشنز لاہور، ص: ۵۲

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

حیثیت سے بھی پیش کیا گیا ہے۔یعنی اس ہیکل کے بارے میں یہ بھی حضرت سلیمانؑ ہی سے منسوب ہے کہ انہوں نے "عستارات" اور "حلاک" کے بت رکھوائے اور ان کی پرستش کو جائز ٹھہرایا"۔[1]

یہود اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ان کی کتابِ مقدس 'تورات' میں حضرت سلیمان کے وہ الفاظ بھی ہیں جو آپ نے ہیکل کا افتتاح کرتے ہوئے ادا کیے، آپ نے فرمایا تھا:

"یہواہ کی بادشاہت آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور وہی خداوند خدا ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں"۔[2]

پیغمبر نوح علیہ السلام سے متعلق یہود کا نظریہ:

یہودی عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں اور غلطیوں سے معصوم نہیں بلکہ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے منکرات، جیسے زنا، شراب نوشی اور عورتوں کو ان کے خاوندوں سے چھین لینے کے ارتکاب کو ممکن قرار دیا، نیز یہ بات بھی ممکن قرار دی کہ وہ رب تعالیٰ کی نگاہ میں قبیح بن جائیں۔

اس بارہ میں یہودی اپنے ہاں موجود تورات اور اس سے ملحق اسفارِ نبوات پر اعتماد کرتے ہیں، چنانچہ کتابِ پیدائش کے نویں اصحاح میں یہ عبارت آئی ہے:

"نوح علیہ السلام کاشتکاری کرنے لگے اور انہوں نے انگور کی بیل بوئی...انہوں نے شراب پی لی تو انہیں نشہ ہو گیا اور وہ اپنے خیمے کے اندر ننگے ہو گئے... ابو کنعان حام نے اپنے باپ کی شرم گاہ دیکھ لی اور باہر اپنے دونوں بھائیوں کو بتلایا...پس سام اور یافث نے چادر لی اور اسے اپنے کندھوں پر رکھ کر پیچھے کی طرف چلے اور انہوں نے اپنے باپ کی شرمگاہ نہ دیکھی ...پھر جب نوح نشہ سے ہوش میں آئے اور انہیں اس سلوک کا علم ہوا جو ان کے چھوٹے بیٹے نے ان سے کیا...تو انہوں نے کہا: کنعان ملعون ہے اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہو گا"۔[3]

پیغمبر لوط علیہ السلام سے متعلق یہود کا شرمناک تصور:

لوط علیہ السلام سے متعلق یہودی ادب میں موجود ہے، کہ ان کی دونوں بیٹیوں نے اپنے باپ یعنی لوط علیہ السلام کو شراب پلائی۔[4]

ان نصوص اور روایات سے ہم یہودیوں کے ذہنوں میں انبیاء بنی اسرائیل کے مقام و مرتبہ کی مقدار معلوم کر سکتے ہیں، اور ساتھ ہی انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہود کا تصورِ نبوت بھی ہمارے سامنے نمایاں ہو جاتا ہے۔یہود کی اسی بد خصلت کو قرآن مجید میں واضح طور پر یہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

(فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ)۔[5]

---

[1] یوسف ظفر، "یہودیت، تاریخ، فطرت اور عزائم"، ص:۵۰، ۵۱

[2] ایضاً، ص:۵۱۔۵۲

[3] تکوین، ۹:۱۸۔۲۷

[4] تکوین، ۱۹:۲۳

[5] البقرۃ، ۲: ۷۹

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

"سو ہلاکت ہے اُن لوگوں کیلئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اُس کے ذریعے تھوڑی سی قیمت خرید لیں، سو اُن کیلئے اُس چیز سے ہلاکت ہے جو اُن کے ہاتھوں نے لکھی اور اُس چیز سے بھی ہلاکت ہے جو انہوں نے کمائی"۔

ایک یہودی کے کہے ہوئے کا پاس دوسرا یہودی نہیں کرتا، ایک یہودی کے بیان کی تصدیق دوسرا یہودی نہیں کر سکتا، حتیٰ کہ اگر آپ پانچ سو یہودیوں سے ان کی مقدس کتابوں میں من گھڑت اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق کہانیوں کو سننا چاہیں تو ہر ایک کا بیان اور نقطۂ نظر دوسرے سے مختلف ہوگا، لایعنی اور فضولیات سے مزین دین جب ان کے ہاں قابلِ قبول نہیں تو پھر کس نظریئے اور کس عقیدے کے تحت آج کے یہودی اپنے آپ پر فخر اور دوسری قوموں کو گھٹیا اور ذلیل سمجھ رہے ہیں۔ ان کے ہاں انبیاء علیہم السلام کا مقام و مرتبہ اور نبوت کی کوئی قدر و منزلت نہیں، انبیاء کے اقوال اور ان کے بیانات کو من جانب اللہ مانتے ہوئے بھی ان کی تکذیب کرتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں واضح طور پر بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے مختلف تقاضے کیے، یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ موسیٰؑ کو خدا کا بھیجا ہوا اور منتخب کیا ہوا بندہ تسلیم کرتے تھے، لیکن ہٹ دھرمی اور انبیاء کی بے توقیری اس قدر کہ اتہامات لگاتے ہوئے ذرا شرم سے کام نہیں لیتے، جس کا دل چاہتا ہے اپنی مقدس کتابوں میں تحریف کرکے جھوٹے قصے کہانیوں سے معمور تحریر چھاپ کر نام نہاد یہودیت کا پرچار کرتا ہے۔

مسیحیت کے حضرت آدمؑ اور مسیحؑ سے متعلق تصورات:

کفارہ کا عقیدہ موجودہ مسیحیت کا بنیادی عقیدہ ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ بائبل میں براہِ راست کفارہ کے معروضات اور تصورات کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے، لہٰذا اس غیر فطری عقیدہ اور تصورات کی بنیاد ان معروضات پر رکھی گئی ہے:

۱۔ سانپ کے بہکانے پر باغ عدن میں شجر ممنوعہ کھا لینے سے حضرت آدمؑ نے خدا کا گناہ کرکے اسے غضب ناک کیا اور ان کا یہ گناہ معاف نہیں کیا گیا تھا۔

۲۔ حضرت آدمؑ کا باغ عدن میں گناہ ہر انسان کو ورثہ میں ملتا ہے جس سے ہر بچہ پیدائشی طور پر گنہگار ہوتا ہے۔

۳۔ پیدائشی طور پر گنہگار ہونے سے جہنم ہر انسان کا مقدر ہے۔

۴۔ آخر کار لاکھوں برس بعد خدا تعالیٰ نے ایک راہ نکال کر اپنے اکلوتے بیٹے کو نجات دہندہ کے طور پر بھیجا اور اس نے صلیب پر جان دے کر انسان کو کفارہ سے پاک کرنے کا مداوا کیا۔

۵۔ مسیحیت کے پیروکار سمجھتے ہیں کہ یسوع پر ایمان لانے سے ان کی صلیبی موت کفارہ بن کر انسان کو پیدائشی گناہ سے پاک کر دیتی ہے اور غضب ناک خدا کا گناہگار ہونے کے ساتھ ساتھ ملاپ اور قرب کا باعث بنتی ہے۔

۶۔ مسیحیت کے نزدیک نیک اعمال نجات کا موجب نہیں ہو سکتے کیونکہ انسان پیدائشی گنہگار ہے، لہٰذا بندے کی نجات کا ہونا ضروری ہے اور اس کی یہ صورت نکالی کہ یسوع مسیح جو تمام گناہوں سے پاک اور معصوم ہے لوگوں کے تمام گناہوں کو اپنے اوپر لے کر جان قربان کر دی۔[1]

عیسائیوں کے اہانت پر مبنی عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عقائد:

حضرت مسیحؑ کے بارے میں مسیحی مذہب کے عقائد کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کی صفتِ کلام یعنی بیٹے کا اقنوم انسانوں کی فلاح کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام کے انسانی وجود میں حلول کر گئی تھی، جب تک حضرت مسیحؑ دنیا میں رہے یہ خدائی اقنوم ان کے جسم میں حلول کیے رہا، یہاں تک کہ یہودیوں نے آپ کو پھانسی پر چڑھا دیا، اس وقت یہ خدائی اقنوم ان کے جسم سے الگ ہو گیا، پھر تین دن کے بعد

---

[1] شیخ احمد دیدات، "یہودیت، عیسائیت اور اسلام"، عبد اللہ اکیڈمی لاہور، ص:۱۷۹

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

آپ دوبارہ زندہ ہو کر حواریوں کو دکھائی دیئے، اور انہیں کچھ ہدایتیں دے کر آسمان پر تشریف لے گئے، اور یہودیوں نے آپ کو جو پھانسی پر چڑھایا اس سے تمام مسیحی مذہب پر ایمان رکھنے والوں کا وہ گناہ معاف ہو گیا جو حضرت آدمؑ کی غلطی سے اُن کی سرشت میں داخل ہو گیا تھا۔

اس عقیدے کے چار بنیادی اجزاء ہیں:

(۱) عقیدۂ حلول و تجسّم (Incarnation) (۲) عقیدۂ مصلوبیت (Crucifixion)

(۳) عقیدۂ حیاتِ ثانیہ (Resurrection) (۴) عقیدۂ کفارہ (Redemption)۔[1]

حلول و تجسم کا عقیدہ سب سے پہلے انجیلِ یوحنا میں ملتا ہے، اس انجیل کا مصنف حضرت مسیحؑ کی سوانح کی ابتدا ان الفاظ سے کرتا ہے: ''ابتداء میں کلام تھا، اور کلام خدا کے ساتھ تھا، اور کلام خدا تھا، یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا''۔[2]

آگے چل کر مزید لکھا ہے: ''اور کلام مجسم ہوا، اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا، اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال''۔[3]

یوحنا کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کی صفتِ کلام یعنی بیٹے کا اقنوم مجسم ہو کر حضرت مسیحؑ کے روپ میں آ گیا تھا، مارس ریملٹن اس عقیدے کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''کیتھولک عقیدے کا کہنا یہ ہے کہ وہ ذات جو خدا تھی، خدائی کی صفات کو چھوڑے بغیر انسان بن گئی، یعنی اس نے ہمارے جیسے وجود کی کیفیات اختیار کر لیں جو زمان و مکان کی قیود میں مقید رہی اور ایک عرصے تک ہمارے درمیان مقیم رہی''۔[4]

بیٹے کے اقنوم کو یسوع مسیح علیہ السلام کے انسانی وجود کے ساتھ متحد کرنے والی مسیحیوں کے نزدیک روح القدس تھی، روح القدس سے مراد مسیحی مذہب میں خدا کی صفتِ محبت ہے، اس لیے اس عقیدے کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ خدا کو اپنے بندوں سے محبت تھی، اس لیے اس نے اپنی صفتِ محبت کے ذریعہ اقنومِ ابن کو دنیا میں بھیج دیا، تاکہ وہ لوگوں کے اصلی گناہ کا کفارہ بن سکے۔[5]

مسیحیوں کے نزدیک ''بیٹے'' کے حضرت مسیح علیہ السلام میں حلول کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیٹا خدائی چھوڑ کر انسان بن گیا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے صرف خدا تھا، اب انسان بھی ہو گیا، لہٰذا اس عقیدے کے مطابق حضرت مسیحؑ بیک وقت خدا بھی تھے اور انسان بھی، الفریڈ ای گاروے اسی بات کو ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے:

''وہ (حضرت مسیحؑ) حقیقتاً خدا بھی تھے اور انسان بھی، ان کی ان دونوں حیثیتوں میں سے کسی ایک کے انکار یا ان کے وجود میں دونوں کے متحد ہونے کے انکار ہی سے مختلف بدعتی نظریات پیدا ہوئے، قدیم مسیحیوں نے آریوس کے مقابلے میں اس نظریئے کی پرزور حمایت کی تھی، لہٰذا منظور شدہ فارمولا یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کی ایک شخصیت میں دو ماہیتیں جمع ہو گئی تھیں''۔[6]

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس، ج:۲، ص:۴۸۱

[2] یوحنا، ۱:۱۔۲

[3] یوحنا، ۱:۱۴

[4] Mars Himelton, "Studies in Chrisitian Doctrine", P:28

[5] گاروے، الفریڈ ای، ''انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس''، ج:۳، ص:۹۰

[6] گاروے، الفریڈ ای، انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس، ج:۳، ص:۵۸۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

آگسٹائن تو یہاں تک لکھتا ہے:

"چونکہ خدا نے بندے کا روپ اس طرح نہیں اپنایا تھا کہ وہ اپنی اس خدائی حیثیت کو ختم کر دے جس میں وہ باپ کے برابر ہے، لہٰذا ہر شخص اس بات کو محسوس کر سکتا ہے کہ یسوع مسیح اپنی خدائی شکل میں خود اپنے آپ سے افضل ہیں، اور اسی طرح اپنی انسانی حیثیت میں خود اپنے آپ سے کمتر بھی ہیں"۔[1]

یعنی ایک شخص برتر بھی ہے اور کمتر بھی، خدا بھی ہے اور انسان بھی، خالق بھی ہے اور مخلوق بھی، خود پیدا ہو سکتا ہے اور کر بھی سکتا ہے، مسیحیت میں تصورِ نبوت پورے کا پورا اسی مدار وی چکر کے گرد گھومتا ہوا نظر آتا ہے، اس سوال کے جواب میں اتنے مصنفین نے طبع آزمائی کی ہے کہ "علمِ مسیحیت" کے نام سے ایک مستقل علم کی بنیاد پڑ گئی، جس میں ہر مصنف دوسرے کا رد کرتا ہوا اور تضادات سے بھرپور فکری سوچ متعارف کرواتا ہوا نظر آتا ہے۔ مسیحیت کا یہ پہلا گروہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے سب سے برتر مخلوق، پھر خدا کا بیٹا اور پھر خدائی منصب پر بٹھائے ہوئے نظر آتا ہے، لیکن مسیحیت کا ہی دوسرا گروہ جن کے عقائد اور نبوت سے متعلق تصورات کا پہلے گروہ سے زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔

مسیحی علماء اور پادری یہاں تک لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مسیح علیہ السلام کا مشن صرف یہودیوں کو ہی راہِ راست پر لانا تھا، پولوس سلطنت روم کا رہنے والا ایک یہودی تھا، وہ حضرت مسیحؑ پر ایمان لانے والے یہودیوں کا جانی دشمن تھا، جب اس نے دیکھا کہ مسیح کے ماننے والے اس کے مظالم سے نہیں ڈرتے تو وہ شخص کمال ہوشیاری سے خود مسیحی ہو گیا، اب یہودی تو اس کے جھانسے میں آنے سے رہے، وہ یہودی اقوام کی طرف متوجہ ہوا، اور رومیوں کے قابلِ قبول عقائد کی حیثیت سے مسیحیت پیش کرنے لگا، یوں جو شخص مسیحیوں کو ختم نہ کر سکا، حضرت مسیحؑ کے مذہب کو بگاڑنے میں سو فیصد کامیاب ہوا، سب سے پہلے رومیوں نے ہی مسیحؑ کو خدا تسلیم کیا تھا، لہٰذا رومی مسیح کو خدا سمجھ کر پوجتے تھے"۔[2]

حضرت مسیحؑ کی سیدھی اور سادہ تعلیمات کو بگاڑ کر پیش کیا گیا اور ان کے اوپر اتہامات کا ایک طویل سلسلہ قائم کر کے ان کو "ابن اللہ" بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی، جس کا مسیحیت کی اصل تعلیمات رد کرتی ہیں اور ان کے غیر متعصب دانشور اور پادری بھی رد کرتے ہیں، اس کے علاوہ مسیحیت میں پولسی فرقہ، نسطوری فرقہ اور یعقوبی فرقہ بھی مسیحؑ کو ایک شخصیت کے طور پر مامور من اللہ سمجھ کر اسے خدا کا بھیجا ہوا شخص قرار دیتا ہے، جو دعویٰ اور تصور حقیقت کے عین مطابق ہے، لیکن تضادات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ یہی ظاہر کرتا ہے کہ مسیحیت میں نبوت کا تصور انتہائی مشکوک، بے سروپا اور بے ہنگم ہے جس کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا، جس میں ایک ہی شخصیت کے لیے دو دو جہتیں قائم کر کے اسے متنازعہ بنا دیا گیا، اور نبوت جیسے عظیم المرتبت فرض اور نبی کو اپنی دھاندلی دھونس سے اُس کے اصل مقام و مرتبے سے ہٹا دیا، جس پر اللہ نے مسیحؑ کو قائم کیا تھا۔

مسیح علیہ السلام نے جھوٹے نبیوں سے بھی اپنی قوم کو خبردار کیا:

کئی لوگ پیغمبروں کی عزت اور مقام دیکھ کر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیتے ہیں ان لوگوں کے اعمال سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کذاب ہیں، یسوعؑ نے ان لوگوں سے پہلے ہی ہوشیار کر دیا تھا:

---

[1] آگسٹائن، "دی سٹی آف گاڈ"، ج:۲، ص:۶۷۸

[2] Macmillan & Company, "Lesson in the History of India", 1913, P: 10

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

“جھوٹے نبیوں سے خبر دار رہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں، مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیئے ہیں تم ان کے پھلوں سے پہچان لوگے، کیا خار دار جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں، اسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا اور رڈی درخت برا پھل لاتا ہے، اچھا درخت برا پھل نہیں لا سکتا اور رڈی درخت اچھا پھل نہیں لا سکتا جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے، پس ان کے پھلوں سے تم انہیں پہچان لوگے”۔[1]

یہودیت اور عیسائیت کی تعلیمات سے انبیاء ورسل علیہم السلام جیسے عظیم المرتبت منصب پر جس طرح نقب زنی کی گئی ہے، دین اسلام میں ان تمام باتوں کا اجمالی طور پر خاکہ پیش کیا گیا ہے اور ساتھ ہی رڈ بھی کر دیا گیا ہے کہ یہودی راہبوں اور عیسائی پادریوں نے کس طرح اپنے اپنے ادب میں غلط بیانیوں سے اتہامات اور رذائل کا مذموم سلسلہ شروع کیا، جس کی انتہا سوائے انبیاء کے تقدس پامال کرنے کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اسلام تمام ایسے گستاخانہ نظریات اور باطل عقائد کا رڈ کرتا ہے۔

[1] متّی،۵:۵۶۔۸